مواعظ اختر نمبر ۲۳

اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ التالیفات اختریہ
hazratmeersahib.com





اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
ادارہ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com



بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ امیدِ نصیحت دوستو اُس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجدد دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ: ۱۰ محرم ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۸۶ء بروز منگل

مقام: مسجد اشرف گلشن اقبال کراچی

موضوع: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ...... الخ کی تفسیر

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر



اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ○ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ
اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ○ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا ○

(سورۃ المزمّل، آیت: ۸ تا ۱۰)

اللہ تعالیٰ کا نام کس محبت سے لینا چاہیے؟

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے کلام سے سورۂ مزمل کی تین آیات آپ حضرات کو سنائیں، اب ان کا ترجمہ وتفسیر اوران سے مستنبط احکام آپ حضرات کو سناتا ہوں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ اپنے رب کا نام لیجیے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہاں وَاذْکُرِ اللّٰہَ نہیں فرمایا بلکہ اپنی پرورش اور ربوبیت کو فرمایا کہ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ اپنے رب کا نام لیجیے، اگرچہ رب کا نام اللہ ہی ہے لیکن یہاں رب کیوں نازل فرمایا؟ تاکہ ہمارے ذِکر میں محبت کی آمیزش ہوجائے۔ جب کوئی شخص اپنے باپ کا نام لیتا ہے خصوصاً جب باپ کہیں دور ہوتو فوراً آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور بہت محبت سے ابا کا نام لیتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۲۰۰)

ہمارا نام تو تمہیں اتنی محبت سے لینا چاہیے جیسے تم اپنے باپ دادا کا نام محبت سے لیتے ہو، اس سے کہیں زیادہ محبت سے تمہیں ہمارا نام لینا چاہیے کیونکہ اگر خدا باپ نہ دے تو نہ تم پیدا ہو نہ تمہارے بابا تمہیں ملیں۔ ہمارا وجود، ہمارے باپ دادا کا وجود غرض سارے انعامات اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے ہوئے ہیں۔

ذکر اللہ سے کامل اثر کب ہوگا؟

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ فرمایا ہے یعنی اپنے رب کا نام لو، اپنے پالنے والے کا نام لو۔ پالنے والے سے محبت ہونا قدرتی بات ہے، اگر آپ روزانہ کسی کتے کو روٹی دیں، بلی کو کچھ کھلا دیں تو وہ آپ کے پیچھے پیچھے پھرتی ہے۔ تو جو شخص کسی کی پرورش کرتا ہے تو پالنے اور احسان کرنے کی وجہ سے قدرتی طور پر اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ پاک کا نام محبت سے لو، بعض لوگ اللہ کا نام تو لیتے ہیں مگر اس میں محبت کی آمیزش نہیں ہوتی اس لئے نفع کم ہوتا ہے، گو نفع ہوتا ضرور ہے مگر جتنی محبت سے انسان اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے اتنا ہی اس کا نفع بڑھ جاتا ہے۔ اس پر مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے۔ مولانا جلال الدین رومی اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں اور چھ سو برس پہلے کے بزرگ ہیں، کوئی عالم ایسا نہیں ہے جو ان سے فیض نہ لیتا ہو، مثنوی مولانا روم کا دنیا کی ہر زبان میں ترجمہ ہوا ہے، برطانیہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی میں بھی یہ کتاب موجود ہے اور انگلش میں بھی اس کا ترجمہ ہے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ فجر کے بعد چل کر عصر کے وقت قبرستان پہنچا تھا حالانکہ قونیہ کراچی جتنا بڑا نہیں تھا، چھوٹا سا قصبہ تھا لیکن نہ معلوم کہاں کہاں سے لوگ آ گئے

تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی زبردست مقبولیت عنایت فرمائی تھی۔ دوستو! یہ بادشاہ کے نواسہ تھے، شاہ خوارزم کے سگے نواسے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیاوی عزت بھی بہت عطا فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام میں بہت اثر رکھا ہے، تو مولانا فرماتے ہیں ؎

عام می خوانند ہر دم نامِ پاک
ایں اثر نہ کند چوں نبود عشقناک

عام لوگ ہر وقت اللہ کا نام لیتے ہیں، سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے ہیں لیکن اس میں اثر کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک محبت سے بھرا ہوا نہ ہو، جب تک اللہ کا ذکر عشقناک نہیں ہوگا اس وقت تک پورا نفع نہیں ہوگا، جیسے آپ نے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے پانی چاہیے، اب ایک شخص پانی سے بھرا ہوا ایک گلاس لاتا ہے لیکن دھوپ کا جلا ہوا گرم پانی ہے، آپ کہیں گے کہ پانی تو لائے لیکن اس میں کیفیت نہیں ہے یعنی اس میں ٹھنڈک کی کیفیت نہیں ہے۔ پھر دوسرا شخص پانی تو ٹھنڈا برف جیسا لے کر آیا لیکن ایک چمچہ لایا تو آپ کہیں گے کہ اس سے میرا کیا بھلا ہوگا۔ تو پیاس میں جو پانی ملنا چاہیے اس میں دو شرطیں ہیں، ایک تو کمیت یعنی مقدار صحیح ہو، پورا ایک گلاس ہو، دوسری کیفیت ہو یعنی ٹھنڈک بھی ہو۔ تو جو مشائخ اور بزرگانِ دین ہم کو اللہ کا نام بتاتے ہیں اس میں دو چیزوں کا اہتمام چاہیے، ایک تو ذِکر کی تعداد پوری کیجئے دوسرے اس کے اندر محبت کی کیفیت بھی ہو، درد بھرے دل سے اللہ کا نام لیجئے ورنہ جس طرح پیاسے کو ان دونوں صورتوں میں فائدہ نہیں ہوگا کہ گلاس بھر کر پانی تو لایا مگر گرم پانی لایا، اس میں ٹھنڈک کی کیفیت نہیں تھی تو پیاس نہیں بجھے گی اور اگر پانی تو ٹھنڈا لایا لیکن بہت تھوڑا سا ہے یعنی کیفیت تو پوری ہے لیکن کمیت نہیں تو بھی پیاس نہیں بجھے گی۔ اسی طرح ذِکر کے لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ ذِکر کی کمیت کو درد و محبت کی کیفیت کے ساتھ پورا کرو، محبت بھرے دل سے اللہ کا نام لو۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس

قصبہ تھانہ بھون میں سائیں توکل شاہ تھے، فرماتے تھے کہ مولوی جی! جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں تو میرا منہ میٹھا ہو جاتا ہے، پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم میرا منہ میٹھا ہو جاتا ہے۔ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے مسلم شریف کی شرح لکھی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس بعضوں کو دل میں ملتی ہے اور بعضوں کو دل اور زبان دونوں میں ملتی ہے کہ اللہ کا نام لینے سے منہ بھی میٹھا ہو جاتا ہے۔ اور اس میں کیا تعجب ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا جو چینی کا بنانے والا ہے وہ زیادہ میٹھا ہے، جو گنے میں رس پیدا کرتا ہے کیا اس کے نام میں رس نہ ہوگا؟ اگر اللہ تعالیٰ گنوں میں رس نہ دے تو سارے گنے مچھر دانی کے ڈنڈوں کے بھاؤ بِک جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے نام میں یہ اثر ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کر دیں تو اس کا نام لینے سے منہ بھی میٹھا ہو جاتا ہے اور دل تو میٹھا ہوتا ہی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

نامِ او چو بر زبانم می رود
ہر بُنِ مُو از عسل جوئے شود

جب میری زبان سے اللہ کا نام نکلتا ہے اور میں اللہ کہتا ہوں تو میرا بال بال شہد کا دریا بن جاتا ہے۔ یہی چیز تھی جس کی وجہ سے حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنتِ بلخ چھوڑ دی تھی، جب ان کو اللہ کے نام کا مزہ آیا تو

بارہ بجے رات کو سلطنتِ بلخ کو چھوڑا اور گدڑی پہن لی، فقیری کا لباس پہن لیا، شاہی لباس اتار کر پھینک دیا اور ایوانِ سلطنت میں کسی کو خبر نہ کی اور چپکے سے نیشا پور کے جنگل میں دریائے دجلہ کے کنارے جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کردی۔ ان کو اللہ کے نام میں کچھ تو ملا تھا، کچھ تو مزہ آیا تھا جب ہی تو سلطنت چھوڑ کر نکلے تھے ورنہ کیا سلطنت چھوڑنا آسان ہے؟ سلطنت کے لئے تو لوگ قتل کردیتے ہیں، بیٹا باپ کو قتل کر کے سلطنت لے لیتا ہے لیکن ایک وہ شخص ہے جو آدھی رات کو سلطنت چھوڑ رہا ہے۔ جس وقت وہ شاہی لباس اُتار رہے تھے اور فقیری کا لباس پہن رہے تھے، تو اس موقع کی مناسبت سے میرے دو اشعار ہیں ؎

جسمِ شاہی آج گدڑی پوش ہے
جاہِ شاہی فقر میں روپوش ہے
فقر کی لذت سے واقف ہوگئی
جانِ سلطاں جانِ عارف ہوگئی

جانِ شاہی یعنی بادشاہت آج فقر کے لباس میں آگئی اور اللہ کی محبت میں وہ مزہ ملا کہ بادشاہ کی جان آج عارف باللہ ہوگئی، اللہ کو پہچاننے والی ہوگئی۔ جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ بھی اس کا ہوجاتا ہے۔

حضرت بِشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

حضرت بِشر حافی رحمۃ اللہ علیہ جب چلتے تھے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ کرامت عطا فرمائی تھی کہ زمین نجاست کو نگل لیتی تھی۔ یہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں؟ یہ وہ شخص ہیں کہ پہلے شراب پیتے تھے، ایک دن نشہ کی حالت میں

دیکھا کہ زمین پر کاغذ پڑا ہے اور اس پر اللہ کا نام لکھا ہوا، انہوں نے اس کو اُٹھایا، صاف کیا، عطر لگایا اور کسی اونچی جگہ پر رکھ دیا۔ رات کو خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی، آواز آئی کہ اے میرے بندے! تو نے میرے نام کی اتنی عزت کی جبکہ تو شراب بھی پیئے ہوئے تھا، شراب کے نشہ سے بے ہوش تھا مگر میرے نام سے بے ہوش نہیں تھا لہٰذا آج سے تو میرے اولیاء اللہ کے رجسٹر میں درج ہو گیا۔ ایک دن تلاوت کر رہے تھے، جب یہ آیت پڑھی:

﴿اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا ۝﴾

(سورۃ النبآء، آیت:۶)

کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا۔ تو ان پر حال طاری ہو گیا اور جوتے اُتار کر پھینک دیئے کہ اللہ تو زمین کو اپنا فرش فرمارہے ہیں اور میں اللہ کے فرش پر جوتا پہن کر چلوں۔ لیکن آپ لوگ اس بات کو سمجھ لیں کہ یہ ان کا حال تھا، یہ مسئلہ نہیں ہے کہ آپ لوگ بھی جوتے اُتار دیں، ان پر خوف غالب ہو گیا تھا لہٰذا وہ ننگے پاؤں چلتے تھے۔ تاریخ میں اُن کی یہ کرامت ہے کہ زمین پر جہاں کہیں نجاست گوبر، پیشاب اور پاخانہ وغیرہ ہوتا تھا زمین پھٹ جاتی تھی اور اسے حکم ہوتا کہ اے زمین! نجاست کو نگل لے میرا بِشر آرہا ہے جس نے میری محبت و عظمت کے سامنے جوتا اُتار دیا۔ جب ہم کچھ قربانی دیتے ہیں تو اُدھر سے بھی عطا ہوتی ہے، جب ہماری طرف سے محنتیں اور قربانیاں ہوتی ہیں تو وہاں سے بھی کچھ ملتا ہے، بیٹھے بیٹھے کیا ملے گا۔

اللہ پر مر مٹنے سے گلشنِ دل میں بہار آتی ہے

ایک اللہ والے بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب فرماتے ہیں، یہ اس شخصیت کا شعر ہے جن سے مولانا علی میاں ندوی اور بڑے بڑے علماء کرام

اور اولیاء اللہ دعائیں لیتے تھے، فرماتے ہیں۔

سنیں یہ بات میری گوشِ دل سے جو میں کہتا ہوں
میں اُن پر مرمٹا تب گلشنِ دل میں بہار آئی

فرماتے ہیں کہ دل کے کان سے میری بات سن لو! اللہ پر مرمٹنے سے دل کے گلشن میں بہار آتی ہے، اگر دل میں اللہ نہ ہو تو لاکھ گلشن میں رہو کچھ نہیں ہوتا، پریذیڈنٹ ہاؤس میں بھی رہو تو کوئی قیمت نہیں ہے۔

بندوں کی قیمت مالکِ حقیقی کی رضا سے ہے

میں نے اپنی آنکھوں سے بندر روڈ پر ڈھائی لاکھ روپے کی ایک ٹویوٹا کار پر کتا بیٹھا ہوا دیکھا، تو میں نے کہا کہ دیکھو! ڈھائی لاکھ کی شاندار کار پر جو کتا بیٹھا ہے تو کیا اس کتے کی قیمت بڑھ گئی؟ رہے گا تو وہ کتا ہی، چاہے کار پر ہو، چاہے ہوائی جہاز پر ہو، ایسے ہی چاہے کتنے ہی ٹیٹرون پہن لو اور کاروں میں پھرو اگر اللہ ناراض ہے تو ہماری کوئی قیمت نہیں اور اگر خدا راضی ہے تو جھونپڑی میں ہماری قیمت ہے، فاقے اور چٹنی روٹی میں بھی ہماری قیمت ہے۔ غلام کی قیمت مالک کی رضا سے لگتی ہے، مکانوں سے، کپڑوں سے، شامی کباب اور بریانیوں سے نہیں لگتی، جس کا مالک جتنا راضی ہو وہ غلام اتنا ہی قیمتی ہوتا ہے۔

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا عمدہ شعر کہا۔

ہم ایسے رہے یاں کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

ہماری قیمت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لگائے گا، یہ تھوڑی کہ بڑا سا بنگلہ بنالیا اور اکڑتے پھر رہے ہیں کہ ہم بڑے قیمتی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کا نام محبت سے لینے کا طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے سکھایا

ہے۔علماء ومفسرین اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کا نام لو محبت سے لو، درد بھرے دل سے لو، سوچ کرلو کہ کس کا نام لے رہے ہو، جس نے یہ زمین و آسمان، سورج، چاند اور سارا نظامِ کائنات پیدا فرمایا، وہ ایسا اللہ ہے جس نے ہمیں زبان بھی دی، ورنہ ہم کیا تھے؟ نطفہ تھے، باپ کی منی اور ماں کا خونِ حیض تھے، اللہ نے اسی سے ہماری آنکھوں میں روشنی دی، زبان میں بولنے کی طاقت دی اور پورا انسان بنا کر پیش کردیا۔ آپ سن رہے ہیں، ہم بول رہے ہیں، ہمارے کان، ہماری زبان یہ سب اللہ کی رحمت کا خزانہ ہے ورنہ ہمارا ذاتی میٹریل باپ کی منی اور ماں کا خونِ حیض ہے، اس سے اللہ نے آنکھیں بنا کر ہمیں روشنی دی، زبان بنا کر قوتِ گویائی دی، یہ سب اللہ کی رحمتیں ہیں۔

تبتل کے معنیٰ

تو وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے رب کا نام لینا شروع کردو، وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا اور ساری مخلوق سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاؤ، تبتل کے معنی انقطاعِ تام ہیں، یعنی منقطع ہوجانا، غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جانے کا حکم نازل ہورہا ہے۔ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا کے دو معنی ہیں، ایک معنی تو جاہل صوفیوں نے یہ لیے ہیں کہ ماں، باپ، بیوی، بچے، کاروبار چھوڑ کر کلفٹن میں سمندر کے کنارے یا جنگل میں چلے جاؤ۔ یہ جاہلانہ اور حرام تصوف ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس کا شرعی ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام یعنی حدیثِ پاک کی روشنی میں یہ ہے کہ اپنے قلب میں تمام تعلقات دنیویہ پر اللہ کی محبت کو غالب کرلو، تبتل کے معنی ہیں کہ مخلوق سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاؤ یعنی تعلقات ماسوا اللہ پر اللہ کے تعلق کو غالب کرلو، بیوی

بچوں کا بھی حق ادا کرو، کاروبار کا بھی حق ادا کرو، دوستوں اور پڑوسیوں میں کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کی سنت ادا کرو۔

کائنات میں سب سے بہتر کلام دعوت الی اللہ ہے

اللہ کی مخلوق کو دعوت الی اللہ دو، ان کو دین پیش کرو، ان کو خدا کی طرف بلاؤ۔ جس سانس میں، جس لمحہ میں کوئی انسان کسی کو اللہ کی طرف بلا رہا ہو اس سے بہتر کلام کائنات میں کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ﴾

(سورۃ فُصِّلت، آیت:۳۳)

جو بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ رہا ہے تو دعوت الی اللہ کے اِس کے قول سے بڑھ کر حسین، بہترین اور اچھا کلام دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ دینا میں کوئی اپنی تجارت کی گفتگو کر رہا ہے، تجارت میں دس کروڑ کے نفع کی خبر نشر کر رہا ہے، کوئی اپنے بچوں سے باتیں کر رہا ہے غرض دنیا میں جتنی بھی گفتگو ہے، جتنی باتیں ہیں، جتنے کلام ہیں ان میں احسن کون ہے؟ اس کا فیصلہ وہ ذات کر رہی ہے جس نے ہمیں زبان دی، ہمیں بولنے کی صلاحیت بخشی وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ جب بندہ کسی کو اللہ کی طرف بلاتا ہے اس سے بہتر کسی کا قول نہیں ہے۔

قطب بننے کا نسخہ

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "**المواقیت و الجواھر**" میں لکھتے ہیں کہ قطب بننے کا نسخہ سن لو۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی خود قطب الاقطاب تھے، فرماتے ہیں کہ اگر قطب بننا ہے تو کسی ایسی بستی میں چلے جاؤ جہاں کے لوگ خدا سے غفلت میں مبتلا ہوں، اس بستی پر محنت کرو اور بستی والوں کو اللہ سے جوڑ دو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس بستی کا قطب بنا دے گا، یہ ہے قطب بننے کا نسخہ۔ تنہائیوں میں

عبادت کرنے سے قطب نہیں بنا جاتا، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر محنت کرنے سے آدمی قطب بنتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے بندوں پر محنت کرنے والا تب ہی کامیاب ہوتا ہے جب وہ خلوت میں خود بھی اللہ کو یاد کرتا ہے، مجلس میں اس کا رونا اسی وقت مؤثر ہوگا جب وہ تنہائی میں اللہ کے سامنے روتا ہو۔ ایک آدمی مجمع میں اسٹیج پر تو بہت روتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ قوم کا غم اس سے زیادہ کسی کو نہیں ہے لیکن اس کی تنہائیاں اللہ کی یاد سے خالی ہوتی ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے کہا تھا ؎

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو جز ہیں، راتوں کو خلوت میں رونا اور دن میں مخلوق کو دعوت الی اللہ دینا، جس کی خلوت مع اللہ نہ ہوگی اس کی جلوت میں کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اسی لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ جو کچھ دیر تنہائی میں اللہ کو یاد نہیں کرتا اس پر علوم وارد نہیں ہوں گے مَنْ لَّا وِرْدَ لَهٗ لَا وَارِدَ لَهٗ یعنی جس کا کوئی ورد اور وظیفہ نہیں ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مضمون وارد نہیں ہوگا۔

تبتل کی حقیقت

تو خوب سمجھ لیجئے کہ تبتل کے معنی ہیں مخلوق سے کٹ کر اللہ سے جڑ جانا۔ تفسیر بیان القرآن میں دیکھ کر بیان کر رہا ہوں کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر، کاروبار کو ختم کر کے جنگل میں چلے جاؤ۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعلقات ماسوا اللہ پر اللہ کے تعلق کو غالب کر لو بس اسی کا نام تبتل ہے، مثلاً بیوی سے گفتگو ہو رہی ہے، آج ہی شادی ہوئی ہے، پہلی رات ہے جس کو اُردو زبان میں شبِ زفاف کہتے ہیں، جس کے بارے میں میرا

ایک شعر بھی ہے۔

شبِ زفاف کی لذت کا شور سنتے تھے
گذر کے تھی وہ شبِ منتظر بھی افسانہ

پہلی رات کی لذت کا شاعروں نے بڑا تذکرہ کیا ہے لیکن جس رات کا انتظار ہورہا تھا جب وہ گزر گئی تو قصہ اور افسانہ بن گئی، دنیا بھی ایک افسانہ ہے، ایک خواب ہے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا

تو آدمی بیوی بچوں میں مشغول ہے، ہنس کھیل رہا ہے لیکن جب اذان ہوتی ہے تو سب کو چھوڑ کر مسجد میں حاضر ہوجاتا ہے، اس کو تبتل حاصل ہے یعنی تعلقات غیر اللہ پر اللہ کا تعلق اور محبت غالب رہے اسی کا نام تبتل اور انقطاعِ تام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گفتگو فرماتے تھے لیکن جب اذان کی آواز آتی تھی تو اذان سنتے ہی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہوجاتے تھے کَاَنَّہٗ لَمْ یَعْرِفْنَا جیسے کہ ہم کو پہچانتے بھی نہیں۔ کہاں ہیں وہ خبیث لوگ جو ام المؤمنین حضرت عائشہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذریعہ وحی ہوا تھا، حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ حکم لے کر نازل ہوئے۔ ظالم اور خبیث ہیں وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے اتنی کم عمر خاتون سے کیوں شادی کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح کا سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ چونکہ خدا کو اپنے دین کو پھیلانا تھا، عورتوں کے مسائل بتانے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ ان کے ذریعہ سے میرا دین پھیلے اور خواتین کے مسائل امت کو معلوم ہوں چنانچہ حضراتِ محدثین لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اڑتالیس سال تک حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دو ہزار دو سو احادیث پڑھاتی رہیں اور صحابہ کرام پردہ کے پیچھے سے پڑھتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں بھی جب حج کرنے تشریف لاتی تھیں تو پردہ لگ جاتا تھا، خواتین پاس بیٹھ جاتی تھیں اور مرد صحابہ پردے کے باہر بیٹھتے تھے۔ بتایئے! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ عمر کی خواتین ہی سے شادی فرماتے تو سب جلد ہی قبروں میں چلی جاتیں پھر اللہ کا دین کیسے پھیلتا۔ ان ظالم معترضین کو علم کی ہوا بھی نہیں لگی اور یہ لوگ مستشرقین کے چکروں میں آ گئے۔ تو اس بات کو یاد رکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اڑتالیس سال تک دو ہزار دو سو احادیث پڑھاتی رہیں اور صحابہ و تابعین کی کثیر تعداد آپ کی شاگرد رہی۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہمارے بال بچوں، کاروبار اور دنیا کے تمام تعلقات پر اللہ تعالیٰ کا تعلق غالب رہے، بیوی بچوں کی محبت خلافِ شریعت نہیں ہے، ان کی پرورش کرنا، ان کے لئے روزی کمانا، بیماری میں ان کے لئے دوا لانا، ان سے محبت کرنا یہ خلافِ شریعت نہیں ہے لیکن ان کی محبت پر خدا کی محبت غالب ہو جائے اسی کا نام تبتل ہے۔ اس مقامِ تبتل کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح سمجھایا ہے کہ اگر کشتی پانی کے اوپر رہے یعنی پانی پر غالب رہے تو کشتی چلتی ہے اور اگر پانی کشتی میں گھسنے لگے تو وہ ڈوب جاتی ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آب در کشتی ہلاک کشتی است
آب اندر زیرِ کشتی پشتی است

پانی کشتی میں گھس جائے تو کشتی کو ڈبو دیتا ہے اور اگر کشتی کے نیچے رہے تو وہی پانی کشتی کے چلنے کا ذریعہ ہے۔

دنیا کی حقیقت

جو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کو لات مارو، دنیا کو لات مارو، اگر دنیا پاس نہ ہو اور تین دن کھانے کو نہ ملے تو دنیا کو مارنے کے لئے ان کی لات بھی نہ اٹھے گی۔ سن لو کہ دنیا کو لات مارنے کا حکم نہیں ہے، دنیا کی محبت کو مغلوب رکھنا اور اپنے خدا پر دنیا کو فدا کرنا یہ مطلوب ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ تبوک میں تہائی لشکر کا انتظام فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مال کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں لے کر خوش ہو رہے تھے اور فرمایا کہ اے خدا! تیرا نبی عثمان سے خوش ہو گیا، تو بھی عثمان سے راضی وخوش ہو جا۔ بولو بھئی! اگر دنیا نہ ہوتی تو یہ انعام ملتا؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تہائی فوج کا انتظام خود کیا تھا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عثمان کی اشرفیوں، دینار و درہم کو کبھی ایک ہاتھ میں اور کبھی دوسرے ہاتھ میں لے کر خوش ہو رہے ہیں کیونکہ یہ مال جہاد کے لئے تھا، اللہ کے لئے تھا، وہ دنیا دنیا نہیں ہے جو خدا کی راہ میں دی جاتی ہے، وہ عینِ آخرت ہے۔ دیکھو تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تابعی حضرت سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ جو دنیا اللہ کے راستہ میں خرچ کی جائے وہ نِعْمَ الْمَتَاعُ بہترین پونجی ہے۔ جس دنیا سے آخرت بنائی جاتی ہے، جس دنیا سے تبلیغی جماعت کے لوگ جاپان، جرمنی اور امریکا پیسے خرچ کر کے جاتے ہیں یہ دنیا نہیں ہے عین دین ہے۔ ایک شخص نے کار خریدی اور اس کار سے علماء کو لا رہا ہے، آپ بتائیے! وہ کار کارِ سرکار میں لگی یا نہیں؟ وہ کار سرکاری کام میں لگی ہے، اللہ کے کام میں لگی ہے، کیا وہ کار دنیا ہے؟ ارے میاں! نعمت ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ دنیا نہیں رکھتے تھے، اُن کا ایمان ویقین اور اللہ کی ذات پر توکل بہت زیادہ تھا، لیکن اس زمانہ میں دنیا رکھو، اگر تمہارے پاس دنیا نہ ہوگی تو امیر لوگ

تمہیں ناک صاف کرنے کا رومال بنالیں گے۔

علماء اور طلباء کا قربانی کی کھالوں پر لڑنا دین کی بے وقعتی ہے

آج کل ایک رواج یہ چلا ہے کہ طلبہ کو قربانی کی کھالیں جمع کرنے کے لئے لوگوں کے پاس بھیجتے ہیں اور حافظ، قاری سیٹھ لوگوں کے دروازہ پر کھالوں کے لئے آپس میں لڑائی کرنے لگتے ہیں، سیٹھ بھی سوچتا ہے کہ اگر میں اپنے بچے کو حافظ بناؤں گا تو وہ بھی ان کھالوں کے لئے دربدر پھرے گا۔ اسی لئے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کرام کو ان کاموں کے لئے ہرگز نہیں جانا چاہیے، اس کام کے لئے دوسرے لوگوں کو رکھو، مسٹروں کو رکھو، کالج کے لڑکوں سے یہ کام لو یا اُن لوگوں کو رکھو جو عالم نہیں ہیں۔ بھلا علماء کرام کی یہ شان ہے کہ حدیث پڑھا رہے ہیں اور کھالوں پر جنگ کر رہے ہیں، اس سے دین کی بے حد بے وقعتی ہوتی ہے۔

دنیا کی مثال

تو میں عرض کر رہا تھا کہ کشتی اور پانی کا جو تعلق ہے، وہی دنیا اور آخرت کا ہونا چاہیے یعنی آخرت غالب رہے اور دنیا مغلوب رہے، دنیا ہاتھ میں رہے، جیب میں رہے، جسم پر رہے بس دل میں نہ رہے، دل میں صرف اللہ ہو۔ میں بنگلہ دیش میں کشتی پر سفر کر رہا تھا، کشتی چلنا شروع ہوئی لیکن پانی کم تھا تو زمین سے لگ گئی کیونکہ پانی نہیں تھا تو کیسے چلتی، رک گئی، تین چار افراد نے دھکا دیا اور کشتی کو گہرے پانی میں کر دیا تو پھر چلنے لگی۔ میں نے کہا کہ دیکھو! مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی نصیحت کی تھی کہ کشتی کے لئے پانی ضروری ہے لیکن کشتی پانی کے اوپر ہو۔ اللہ تعالیٰ اگر دنیا دے تو اس کو حفاظت سے رکھو، فضول خرچی مت کرو، اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرو، جہاں

ضرورت پڑ جائے وہاں خرچ کرو اور بے ضرورت مت خرچ کرو، چار پیسے بچا کے بھی رکھو۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تابعی بھی ہیں اور بہت بڑے محدث بھی ہیں، ان کی آنکھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے والی ہیں لیکن کیا نصیحت فرمائی کہ اگر سارا مال خرچ کر کے ایک دم سے محتاج بن جاؤ گے تو امیر لوگوں کے پاس جب ڈاڑھی اور تسبیح کے ساتھ جاؤ گے تو وہ کہیں گے کہ آ گئے مولوی صاحب چندہ لینے کے لئے اور تمہیں حقیر سمجھیں گے لہٰذا جائز دنیا اور حلال مال رکھو۔ اب اگر کوئی عالم کار پر بیٹھ کر امامت کرانے جائے اور تنخواہ نہ لے اور اپنا کاروبار کرتا ہو تو آپ بتایئے! کمیٹی والوں کی مجال ہے کہ اس سے آنکھ ملانے کی ہمت کر سکے؟ لیکن جب کمیٹی والے دیکھتے ہیں کہ اس ملّا کا کوئی سہارا نہیں ہے تب سیکرٹری صاحب مؤذن سے کہتے ہیں کہ میرے بچے کو بہلاؤ اور جا کر سبزی بھی لاؤ۔ تو کیا بات ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر حکومت چلا رہے ہیں، غلام بنائے ہوئے ہیں۔ یہاں گلشن اقبال ہی میں ایک امام صاحب ہیں جن کا اپنا جنرل اسٹور ہے، لاکھوں روپے کا کاروبار ہے، سارے کمیٹی والے ان سے ڈرتے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ بقدرِ ضرورت دنیا بھی رکھو ورنہ یہ امیر لوگ ناک صاف کرنے کا رومال بنا لیں گے۔

تو وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا کیا ہے؟ عاشقانہ انداز میں اللہ کا نام لو، محبت کے ساتھ نام لو اور دنیا کو مغلوب رکھو، دنیا رہے لیکن اس پر اللہ کی محبت کو غالب رکھو، یہ راہبانہ تصوف بالکل حرام ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر جنگل میں چلے جاؤ بلکہ دنیا پر، بیوی بچوں کے تعلق پر اور کاروبار کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب رہے لیکن اللہ کی محبت کیسے غالب ہوگی؟ جن لوگوں پر اللہ کی محبت غالب ہے ان کی صحبت اختیار کرو۔ اگر مغلوب لوگوں کے ساتھ رہو گے تو مغلوب ہو جاؤ گے۔

صحبت کا اثر

لکھنؤ میں واجد علی بادشاہ نے ایک مرد کو بیگمات کے کام کاج کے لئے نوکر رکھا، وہ پانچ سال تک عورتوں میں رہا۔ ایک دن ایک سانپ نکلا، عورتوں نے کہا ارے! کسی مرد کو بلاؤ کہ سانپ کو مار دے تو وہ مرد صاحب بھی بولے کہ ہاں کسی مرد کو بلاؤ، تو بیگمات نے کہا کہ آپ بھی تو مرد ہیں تو کہا کہ واللہ! کیا میں بھی مرد ہوں۔ پانچ سال عورتوں میں رہتے رہتے وہ اپنا مرد ہونا ہی بھول گیا، وہ سمجھتا تھا کہ میں بھی عورت ہو گیا ہوں۔ تو ہم بھی مغلوبوں یعنی دنیا داروں میں رہتے ہیں۔ لہٰذا اللہ والوں میں رہو جن پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہے، غالب کی صحبت سے آپ بھی غالب ہو جائیں گے۔ اسی لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت فرمائی ہے ؎

یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
یارِ غالب جو کہ تا غالب شوی

جن پر اللہ کی محبت غالب ہے ان کو دوست بنا لو تا کہ ان کی صحبت سے تم بھی غالب ہو جاؤ اور جو مغلوب ہیں، جن کی محبت پر دنیا غالب ہے ان کی صحبت سے بھی بچو اِلّا یہ کہ ان کو دین کی دعوت دینے کے لئے ان کے پاس جاؤ اس لئے کہ اس وقت آپ کی زبان ہوگی اور ان کا کان ہوگا، آپ کا اثر اس پر ہوگا۔

یادِ الٰہی میں خلل ڈالنے والی چیز

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری یاد میں خلل ڈالنے والی کیا چیز ہے؟ تمہارے دن کے کام ہیں اور رات کے کام ہیں۔ جب تم تسبیح لے کر بیٹھتے ہو، قرآن لے کر بیٹھتے ہو تو خیال آتا ہے کہ ابھی بیکری جانا ہے، انڈا مکھن

لانا ہے، فلاں فلاں کام کرنا ہے، تو دن کا کام ہو یا رات کا کام شیطان اسی وقت یاد دلاتا ہے جب آدمی کوئی عبادت شروع کرتا ہے، ابھی عبادت چھوڑ دو اور لیٹ جاؤ پھر کچھ یاد نہیں آئے گا چنانچہ ایک بڑھیا آلو بیچتی تھی، وہ صرف مغرب کی نماز پڑھتی تھی، کسی نے کہا کہ نانی اماں! تم صرف مغرب کی نماز کیوں پڑھتی ہو؟ کہا کہ بیٹا! دن بھر کا سودا جو ادھار بیچتی ہوں، نماز میں وہ سب یاد آجاتا ہے، شیطان سب یاد دلا دیتا ہے اس لئے صرف مغرب کی نماز پڑھتی ہوں تاکہ گاہک جتنا ادھار لے گئے ہیں وہ سب یاد آجائے۔ خیر اس کی تو فرض نماز بھی دنیا ہی کے لئے تھی لیکن کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نماز میں خوب باتیں یاد دلاتا ہے۔

ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں بہت قیمتی زیور گھر میں کہیں رکھ کر بھول گیا ہوں، یاد نہیں آتا کہ کہاں رکھا ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ دو رکعت نمازِ حاجت پڑھو لیکن یکسوئی سے پڑھو، صرف اللہ ہی کی طرف دھیان رکھنا۔ بس جیسے ہی اس نے نیت باندھی اور اللہ کی طرف دھیان لگایا شیطان نے فوراً یاد دلایا کہ فلاں کونے میں تم نے وہ زیور رکھا ہوا ہے۔ امام صاحب نے تو صرف اللہ کے لئے نماز پڑھوائی تھی کہ دھیان صرف اللہ کی طرف رکھنا لیکن شیطان نے یاد دلا دیا۔

دورانِ عبادت شیطانی وساوس سے بچنے کا مراقبہ

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم دن کے کام کی کیوں فکر کرتے ہو اور رات کے کام کی فکر سے میری عبادت کو کیوں خراب کرتے ہو؟ جب تک تلاوت نہیں کرلو گے تب تک آفس نہیں جاسکتے پھر تلاوت میں آفس کا خیال کیوں لا رہے ہو؟

تلاوت کے دوران آفس کا کام تو نہیں کر سکتے پھر خواہ مخواہ دفتر کا خیال لا کر میری عبادت کو کیوں خراب کرتے ہو؟ لہٰذا شیطان تم کو چاہے دن کا کام یاد دلائے یا رات کا تم اس کی طرف توجہ نہ کرو اور شیطان کو یہ جواب دو جو میں نازل کر رہا ہوں کہ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ میں مشرق ومغرب کا رب ہو یعنی میں سورج نکالتا ہوں، دن کا پیدا کرنے والا ہوں، جو دن کو پیدا کرسکتا ہے کیا وہ تمہارے دن کے کاموں کا کفیل نہیں ہوسکتا؟ میں دن کا رب ہوں تو اتنے بڑے سورج کا طلوع کرنا اور دن کا پیدا کرنا مشکل ہے یا تمہارے دن کے کام آٹا، نمک کا انتظام کرنا مشکل ہے؟ تو فرماتے ہیں کہ اپنے کاموں کو ہمارے سپرد کرو، ہم کو اپنا وکیل بنالو، کارساز بنالو فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا اور کہو حَسْبُنَا اللّٰهُ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ بس دل میں یہ خیال کرلو کہ میرے سب کام اللہ بنادے گا پھر تم تلاوت و ذکر و اشراق میں لگے رہو۔ اگر شیطان دن کے کام یاد دلائے تو کہہ دو کہ جو دن کا خالق ہے، رَبُّ الْمَشْرِقِ ہے، جو دن پیدا کرسکتا ہے وہ ہمارے دن کے کاموں کو بھی بنا سکتا ہے اور اگر رات کا کوئی کام یاد دلائے مثلاً رات کو بارہ بجے کوئی تجارتی وفد آنے والا ہے تو کہہ دو کہ جو رَبُّ الْمَغْرِبِ ہے، جو رات کو پیدا کرسکتا ہے وہ ہمارے رات کے کام بھی بنا سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں دن و رات کا خالق ہوں، مالک ہوں لہٰذا مجھ کو اپنا وکیل بنالو۔ تو دن اور رات کے کاموں کے وسوسے جو خدا سے دور کر رہے تھے، اس کی یاد میں حائل ہو رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کا علاج بیان فرمادیا۔

کوئی ولی اللہ منتقم نہیں ہوتا

اب بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں سے لڑائی ہوجاتی ہے، تاجر تاجر میں لڑائی ہوجاتی ہے، پڑوسیوں سے بھی لڑائی ہوجاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ اگر تمہارے دشمن تمہیں گالیاں دے رہے ہیں، برا بھلا کہہ رہے ہیں تو وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر صبر کرو وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور ان سے جدا ہو جاؤ مگر جدائی جمیل ہو، حسین جدائی ہو۔

دشمن سے جدائی کی دو قسمیں ہیں، ایک خراب جدائی، ایک حسین جدائی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا تم اپنے دشمنوں سے ایسی جدائی اختیار کرو جو حسین ہو۔ اب یہ جدائی کس طرح اختیار کی جائے؟ مفسرین حضرات لکھتے ہیں کہ دشمن سے جمال کے ساتھ جدائی یہ ہے کہ اس میں انتقامی جذبات نہ ہوں، اس میں دشمن کا زیادہ تذکرہ اور اس کی غیبت نہ ہو، اس سے ایسے الگ ہو کہ اس سے انتقام نہ لو بلکہ اس سے انتقام کا ارادہ بھی نہ ہو، نہ ہر وقت اس کے تذکرے اور غیبت ہو بس صبر سے کام لو۔

صوفیاءِ کرام نے ہمیشہ صبر کیا ہے۔ علامہ ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ولی اللہ انتقام لینے والا نہیں گذرا اور فرماتے ہیں کہ وہ شخص ولی ہو ہی نہیں سکتا جو انتقام لیتا ہو، اولیاء وہ ہیں جو معاف کر دیتے ہیں اور صبر کر کے اللہ کو اپنے ساتھ کر لیتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۱۵۳)

اسی لیے فرمایا کہ صوفیاء اور بزرگانِ دین صبر کر کے اللہ کو اپنے ساتھ لے لیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ بدلہ لیتا ہے تو سوچ لو کہ وہ بدلہ کیسا ہوتا ہے۔

صبر کا صلہ

اس پر ایک قصہ سنا کر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ایک رئیس کے لڑکے کو ایک عورت سے ناجائز محبت ہو گئی، وہ دونوں ساتھ جا رہے تھے کہ راستہ میں

ایک اللہ والے بڑے میاں تسبیح پڑھتے جارہے تھے، آنکھوں سے کم نظر آتا تھا، بینائی کی کمزوری کی وجہ سے ان سے لڑکی کو دھکا لگ گیا اس لڑکے نے فوراً اس اللہ والے کو ایک طمانچہ مار دیا اور کہا کہ اندھے دیکھتا نہیں ہے۔ بس ان بزرگ نے آسمان کی طرف دیکھا، چونکہ بوڑھے اور کمزور تھے، بدلہ نہیں لے سکتے تھے لہٰذا آسمان کی طرف دیکھ کر بزبانِ حال یہ شعر پڑھا ؎

ہم بتاتے کسے اپنی مجبوریاں
رہ گئے جانبِ آسماں دیکھ کر

آسمان کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئے۔ جب وہ آدمی گھر گیا تو اس کا پیشاب بند ہو گیا، لاکھ علاج کرایا کوئی فائدہ نہیں ہوا، یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہو گیا، تو اس کی معشوقہ نے کہا کہ تم نے جن بڑے میاں کو طمانچہ مارا تھا اور جنھوں نے آسمان کی طرف دیکھا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بددعا کر دی ہے، جلدی سے جاؤ ان سے اپنی غلطی معاف کراؤ اور ان کے پیر پکڑو ورنہ تم ٹھیک نہیں ہو سکتے لہٰذا اسے چار پائی پر لاد کر لے جایا گیا اور اس نے ان بزرگ سے کہا کہ مجھے معاف کر دیں، شاید آپ نے میرے لئے بددعا کر دی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے بددعا نہیں کی، میں نے اللہ میاں سے کچھ نہیں کہا لیکن تو یہ بتا کہ جب میری بینائی کی کمزوری سے تیری محبوبہ کو دھکا لگا تھا تو کیا اس نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھ سے بدلہ لے، تو نے خود ہی اس کی یاری، دوستی اور محبت کے حق میں مجھے مارا تھا، جیسے تو نے اپنی دوستی کا حق ادا کیا کہ بغیر اس عورت کی درخواست کے مجھے طمانچہ مارا، تو میرا اللہ بھی ایسا ہے کہ ان کے دوست خدا سے کچھ نہ بھی کہیں لیکن جو ان کے دوستوں کو، ان کے اولیاء کو ستاتا ہے خدا بغیر درخواست کے بدلہ لیتا ہے۔

اب دعا کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ محبت کے ساتھ اپنا نام لینے کی توفیق عطا

فرمادے، دنیا کے جتنے بھی تعلقات ہیں اے اللہ! ان پر اپنی محبت کو غالب فرمادے۔ دن اور رات کے جتنے بھی کام ہیں اے اللہ! ہمارے لیے ان کی کفایت فرمادے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم آپ کو اپنا کارساز بنا کر آپ کی عبادت میں یکسوئی کے ساتھ لگے رہیں۔ ہمارے جو مخالفین اور معاندین ہیں ہمیں ان کے مقابلہ میں صبر کی توفیق عطا فرما اور ہجرانِ جمیل کی توفیق عطا فرما کہ ہم ان سے انتقام نہ لیں بلکہ ہمارے دشمنوں کو ہدایت عطا فرما کر ہم کو ان کے شرور سے محفوظ فرما اور اگر آپ کے علم میں ان کی ہدایت مقدر نہ ہو تو ان کو مغلوب کر کے مطرود فرمادے اور ان کو ہم سے دور بھگا دے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ